مدینۃ المسیح

قادیان ۲۰ ماہ شہادت۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق ۷½ بجے شام کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کو نسبتاً افاقہ ہے۔ لیکن ضعف قلب کی تکلیف کلیۃً رفع نہیں ہوئی۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔

حضرت پیر منظور محمد صاحب شدید بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

آج بعد نماز مغرب سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کی دعوت ولیمہ دی۔

جلد ۳۵ | یکم ماہ ہجرت ۱۳۲۶ ہش | ۹ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ | یکم مئی ۱۹۴۷ء | نمبر ۱۰۳

خطبہ جمعہ

ہر قربانی کو انعام سمجھتے ہوئے پورا کرتے جاؤ

چاہیئے کہ جو بیدار ہو چکے ہیں" وہ دوسروں کو بھی بیدار کریں"

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۸ اپریل ۱۹۴۷ء

مرتبہ:۔ مولوی عبد العزیز صاحب مولوی فاضل

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
پچھلے خطبہ جمعہ میں میں نے اپنی

بیماری کا ذکر

کیا تھا۔ اور یہ خطرہ ظاہر کیا تھا۔ کہ خطبہ جمعہ کے بعد عام طور پر دورہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ سو اسی طرح ہوا۔ میں خطبہ جمعہ پڑھ کے گیا۔ تو رات کو پیر متورم ہو گیا۔ اور متواتر درد شروع ہو گیا۔ بیچ میں ٹائیفائڈ کے ٹیکہ کی وجہ سے یا موسم کی تبدیلی کی وجہ سے دو دن بخار ہو گیا۔ کل کسی قدر افاقہ محسوس ہوتا تھا مگر شام کو پاؤں میں درد زیادہ ہو گیا۔ مگر اس تکلیف کے باوجود آج بھی میں نے مناسب سمجھا کہ میں خود خطبہ بیان کروں۔ کیونکہ

یہ دن ایسے ہیں

کہ ان میں امام اور جماعت کا تعلق جلد جلد تازہ ہوتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ ہر ایک شخص اپنی ذمہ واری کو ادا کرنے کی طرف متوجہ ہو

اسلامی جنگوں میں سے ایک جنگ

اہم ترین جنگ

تھی۔ اور وہ ایسی جنگ تھی۔ کہ اس کے متعلق مسلمانوں کا خیال تھا۔ کہ اس جنگ کا فیصلہ مسلمانوں کی حالت کو بالکل تہ و بالا کرنے والا ہوگا۔ ایران کی سرحد پر ایک جگہ پر مسلمانوں نے غلطی سے دریا کو پشت پر رکھا۔ اس وقت عرب پانی سے گھبراتے تھے۔ گو بعد میں تو عرب ہی سمندر کے حکمران رہے ہیں۔ اور سمندری سفروں کے متعلق انہوں نے بہت سی ایجادیں کی ہیں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل عربوں کو سمندر سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اور وہ سمندر کے سفر سے گھبراتے تھے۔ کچھ عرصے تک یہی حالت رہی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کے بعد مسلمانوں نے

سمندری سفر

شروع کئے۔ اور ان کا خوف وہراس بالکل جاتا رہا۔ اسلامی کمانڈر نے جب دریا کو پشت پر رکھا۔ تو بعض مسلمانوں نے اس کے سامنے یہ بات پیش کی کہ عربوں کو دریا پار کرنا نہیں آتا۔ اگر ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ تو ان کی پوزیشن خطرناک ہو جائیگی لیکن کمانڈر نے ان کی بات نہ مانی۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ دشمن کی سپاہ بہت زیادہ تھی۔ مسلمانوں کو اپنے بچاؤ کے لئے پیچھے ہٹنا پڑا۔ لڑائیوں میں فوجیں آگے بھی بڑھتی ہیں۔ اور پیچھے بھی ہٹتی ہیں موقعہ کے مطابق قدم اٹھایا جاتا ہے۔ اسلامی فوجیں اس سے پیچھے ہٹیں۔ کہ ہم ذرا پیچھے ہٹ کر اپنی تنظیم کو مضبوط کر لیں گے اور پھر زیادہ زور سے حملہ کرینگے لیکن

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر
بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا

دشمن کا اس قدر زور تھا

کہ ان کو اتنا پیچھے ہٹنا پڑا۔ کہ دریا کا کنارا آگیا۔ جب وہ دریا کے کنارے تک پہنچ گئے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بھی اُن کے لئے کوئی ایسی جگہ نہ تھی۔ جس میں وہ سب منظم ہو کر حملہ کر سکتے۔ اس لئے مسلمان ندی میں کود گئے۔ اور چونکہ وہ تیرنا نہیں جانتے تھے۔ بہت سے ان میں سے ڈوب گئے۔ اور کچھ ایک چھوٹے سے پل کی طرف دوڑے۔ جو کہ دریا کو عبور کرنے کے لئے بنا ہوا تھا۔ اُس پر دشمن قبضہ کر چکا تھا۔ وہ درمیان میں ہی تھے۔ چنانچہ انہیں دشمن کی فوجوں نے گھیر لیا۔ اور بہتوں کو قتل کر دیا۔ بہت تھوڑے مسلمان وہاں باقی رہ گئے۔ اور مدینہ قریباً ننگا ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا۔ کہ اب دشمن مدینہ پر حملہ کر دے گا۔ اسوقت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے شام کی طرف آدمی بھیجے۔ کہ جتنی فارغ فوج وہاں ہے۔ وہ بھیجدی جائے۔ اور کچھ آدمی قبائل میں سے جمع کئے۔ اور ایک چھوٹا سا لشکر مقابلہ کے لئے تیار کیا۔ وہ ایسا نازک موقعہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا۔ کہ لشکر کی کمان میں خود کروں گا۔ اور میں خود میدان جنگ میں جاؤں گا۔ باقی صحابہؓ نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ کہ آپ کا میدان جنگ میں جانا مناسب نہیں۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ ہمیں شکست ہو۔ تو آپ اور لشکر بھجوا سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ ہمارے ساتھ میدان جنگ میں چلیں۔ اور آپ خدانخواستہ شہید ہو جائیں۔ تو پھر سوائے مسلمانوں کی تباہی اور ابتری کے اور کوئی ٹھکانا نہ ہو گا۔ باقی صحابہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی تائید کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی بات مان لی۔ اور حضرت سعدؓ کو فوج کا کمانڈر مقرر کیا۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ عین اس خطرناک

موقع پر انہیں ایک پھوڑا نکل آیا۔ جس کی تکلیف کی وجہ سے آپ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ جب تک کہ چاروں طرف سے کسی چیز کا سہارا نہ ہو۔ لیکن فوج کی کمان بہرحال ضروری تھی۔ اس لئے آپ کو ایک عرشہ پر بٹھایا گیا۔ اور آپ عرشہ پر بیٹھے ہوئے فوج کی کمان کرتے۔ غرض نازک موقع پر افسر کو تکلیف اُٹھا کر بھی

جماعت سے واسطہ

قائم رکھنا پڑتا ہے۔ اور یہ ایسا ہی زمانہ ہے۔ اسی جنگ کے ایک واقعہ کی طرف میں آج جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ حضرت خنساء عرب کی ایک مشہور شاعرہ تھی۔ وہ کفر کے زمانہ میں بھی بہت شہرت حاصل کر چکی تھیں۔ اور آج تک ادبی دنیا میں بہت بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں ایمان لائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے اشعار کو بہت پسند کرتے تھے۔ اور آپ اکثر حضرت خنساء کے شعر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ایک بھائی سے بہت محبت تھی۔ وہ ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ آپ جب بھی ان کو یاد کرتے۔ تو آپ پر رقت کی حالت طاری ہو جاتی

ایک دفعہ

حضرت خنساء آپ سے ملنے آئیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے اپنا کوئی قصیدہ سناؤ۔ حضرت خنساء نے اپنے بھائی کے متعلق ایک قصیدہ کہا ہوا تھا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا۔ وہ قصیدہ سُن کر آپکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور آپ نے فرمایا افسوس میں شاعر نہیں۔ اگر میں شاعر ہوتا تو میں بھی اپنے بھائی کے متعلق ایسا ہی مرثیہ کہتا۔ حضرت خنساء نے کہا۔ میرا بھائی تو کفر کی حالت میں مرا ہے۔ لیکن آپ کا بھائی خدا تعالیٰ کی راہ میں مرا ہے۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کے قرب میں جگہ پائی ہے۔ اگر میرا بھائی اس طرح مرتا۔ تو میں اس کا ہرگز افسوس نہ کرتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ ٹھیک کہتی ہیں

خنساء ایسی عورت تھیں۔ کہ جن کی ساری عمر ہی مصیبت میں گزری اور وہ مصیبت ہی ان کو شاعرہ بنانے کا موجب ہوئی۔ وہ ایک رئیس کی لڑکی تھیں باپ نے ایک رئیس کے لڑکے سے ان کی شادی کی۔ لیکن وہ لڑکا بہت عیاش اور جوئے باز تھا۔ اور ہر وقت شراب کے نشہ سے بدمست رہتا تھا۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد اس لڑکے کا والد فوت ہو گیا۔ اس نے تمام جائیداد جوئے اور شراب میں تباہ کر دی۔ اور خنساء کے باپ نے جو کچھ دیا تھا۔ وہ بھی کھا گیا۔ اور اس عرصے میں خنساء کا باپ بھی فوت ہو گیا۔ جب ساری جائیداد اس نے تباہ کر دی۔ اور جوا کھیلنے اور شراب کے لئے پاس کچھ نہ رہا۔ تو وہ سخت غمگین ہوا۔ ایک دن افسوس کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ خنساء اس کے پاس گئیں۔ اور پوچھا اس قدر افسردہ کیوں ہو گیا ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ ہونا کیا تھا۔ سارا مال تباہ ہو گیا ہے۔ اور اب گذارے کی صورت مشکل نظر آتی ہے۔ خنساء نے کہا۔ یہ بھی کوئی غمگین ہونے کی بات ہے۔ میرا بھائی زندہ ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے۔ ہمیں کیا ڈر ہے۔ پھر اپنے بھائی کو اطلاع دی۔ کہ ہم ملنے کے لئے آ رہے ہیں۔ اور خاوند کو ساتھ لیکر بھائی کی ملاقات کے لئے چل پڑیں۔ بھائی بھی ایسا فراخ دل تھا۔ کہ بجائے اس کے کہ اس کے دل میں اپنے بہنوئی کو ملامت کرنے کا خیال پیدا ہوتا۔ اس نے اردگرد کے قبائل کے سرداروں کو دعوت نامے بھجوائے کہ میری بہن اور میرا بہنوئی آ رہے ہیں۔ ان کی آمد کی خوشی میں آپ لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور ان کے استقبال کے لئے بڑی شان و شوکت سے ایک دو منزل آگے گیا۔ اور جب تک بہن اور بہنوئی اس کے پاس رہے۔ دعوتیں ہوتی رہیں۔ جب بہن واپس آنے لگی۔ تو اس نے اردگرد کے قبائل کے سرداروں سے کہا۔ کہ یہ میری بہن ہے۔ اور میں اس کا بھائی ہوں۔ اور یہ

انصاف کے خلاف

ہے۔ کہ میری بہن غریب ہو جائے۔ اور میں اسکی مدد نہ کروں۔ آپ لوگوں سے میری درخواست ہے۔ کہ آپ میری دولت بانٹ کر آدھی میری بہن کو دے دیں۔ ان دنوں روپے تو

بہت کم ہوتے تھے۔ اونٹنیاں اور بکریاں ہی دولت سمجھی جاتی تھیں۔ اور ایک ایک امیر آدمی کے پاس سینکڑوں ہزاروں جانور ہوتے تھے۔ اور اس کے علاوہ سامان حرب بھی دولت میں شمار کیا جاتا تھا ان رؤسا نے ان کے مال کا اندازہ لگایا۔ اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ بہن آدھا حصہ لے کر بھائی سے رخصت ہوئی گھر پہنچ کر کچھ دیر تو اس کا خاوند سنبھلا رہا۔ لیکن پھر بد عادتیں لوٹ آئیں اور وہی پہلے لچھن اس نے اختیار کر لئے۔ شراب اور جوا پھر شروع ہو گیا۔ وہ مال بھی تمام کا تمام ختم ہو گیا۔ پھر ایک دن اسے پریشان بیٹھا دیکھ کر خنساء نے پوچھا کیا ہوا۔ کہنے لگا۔ سارا مال ختم ہو گیا ہے اب کیسے گزر ہو گی۔ خنساء نے کہا گھبرانے کیوں ہو۔ میرا بھائی زندہ ہے۔ پھر بہن اپنے خاوند کو لے کر اپنے بھائی کے پاس پہنچی۔ بھائی نے اس دفعہ پہلے کی نسبت بھی زیادہ

شاندار استقبال

کیا۔ اور زیادہ شاندار دعوتیں کیں۔ پھر آخر میں کچھ رؤسا سے کہا کہ میری آدھی دولت میری بہن کو دیدیں۔ پھر آدھی دولت لے کر بہن اپنے بھائی سے رخصت ہوئی۔ واپس آکر کچھ دیر تو اس کے خاوند کی عادات میں اصلاح رہی۔ اس کے بعد یہ عادات پھر عود کر آئیں۔ اور کچھ عرصے کے اندر اس نے وہ دولت بھی اڑا دی۔ اور اب اس کے

دل میں ندامت

پیدا ہوئی کہ اب لینے نہیں جاؤں گا۔ اور خودکشی کر لوں گا مگر خنساء کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا گھبرانے کیوں ہو میرا بھائی موجود ہے۔ اس کی موجودگی میں ہمیں کیا ڈر ہے اور وہ پھر اسے

ساتھ لے کر بھائی کے پاس گئیں بھائی نے پہلے سے بھی زیادہ شاندار استقبال کیا۔ اور زیادہ شاندار دعوتیں کیں۔ اور پھر کچھ رُوسا سے کہا کہ میری دولت برابر برابر تقسیم کر کے آدھی میری بہن کو دے دو۔ اس دفعہ اس کی بیوی نے کہا۔ کچھ خدا کا خوف کرو تمہارے بھی بیوی بچے ہیں۔ ان کا کیا بنے گا۔ وہ تو جواری ہے۔ تم اسی طرح سب کچھ لٹاتے جاؤ گے۔ بھائی نے اپنی بیوی سے کہا تم خاموش رہو۔ اگر میں مر گیا۔ تو تم تو اور خاوند کر لوگی۔ لیکن میری بہن ہی ہے۔ جو میرے ساری عمر روئیگی۔ پھر بھائی نے آدھی دولت بہن کے سپرد کی۔ بہن وہ دولت لے کر پھر گھر واپس آگئی۔ وہ پھر اس نے ضائع کرنی شروع کر دی لیکن کچھ عرصہ بعد وہ مر گیا۔ اور اس نے غالباً تین بیٹے چھوڑے۔ کچھ دیر کے بعد بھائی بھی مر گیا۔ اس محبت کرنے والے بھائی کی موت نے بہن کے دل پر ایسا گہرا زخم لگایا کہ اس نے اپنے بھائی کی

یاد میں مرثیے

کہنے شروع کر دیئے۔ اور درد اور محبت کی وجہ سے ان کے خیالات ایسا رنگ پکڑ گئے۔ کہ عرب کے بڑے بڑے شاعر ان کے شعروں کی داد دینے لگے۔ اور حضرت خنساء عورتوں میں سے سب سے بڑی شاعرہ بن گئیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اوپر کی بیان کردہ شکست کے بعد دوبارہ لشکر تیار کیا۔ تو اس میں حضرت خنساء کے بیٹے شامل تھے۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں

اسلامی لشکر

قریباً تمام تباہ ہو چکا تھا۔ جلدی جلدی حضرت عمرؓ نے تھوڑی سی فوج جمع کی۔ دشمن کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ اور اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار سے لیکر تیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے عام روایت دس بارہ ہزار کی ہی ہے یہ دس بارہ ہزار بھی ناتجربہ کار اور فنون جنگ سے محض نابلد تھا۔ سوائے شام سے آنے والے حصہ کے کہ وہ تجربہ کار تھا۔ ایرانیوں نے اس لڑائی میں یہ تدبیر کی۔ کہ وہ میدان جنگ میں ہاتھیوں کو آگے رکھتے تھے۔ عرب لوگ ہاتھیوں سے ڈرتے تھے۔ اونٹ بھی ہاتھی سے ڈرتا ہے۔ جب ایرانی ہاتھیوں کو آگے کرتے۔ تو اونٹ ڈر کر بھاگنا شروع کر دیتے۔ اور ڈٹ کر لڑائی کرنا مشکل ہو جاتا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی کا نتیجہ نظر آنے لگا۔ اور وہ سمجھنے لگے کہ اگر یہی حالات رہے تو ہم اب بھی فتح نہیں پا سکیں گے۔ آخر ایک دن مسلمان بہادروں نے فیصلہ کیا کہ کل کی لڑائی

فیصلہ کن لڑائی

ہو۔ اس طرح نہیں کہ حکمت اور داؤ پیچ کر کے جان بچانے کی فکر کی جائے۔ بلکہ کل سب کو فنا ہو جانا چاہیئے۔ سب مسلمانوں نے بہادری کے عہد کئے۔ اور مختلف پارٹیاں بنائیں۔ کہ اس طرح ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ اس جنگ میں حضرت خنساء بھی شامل تھیں۔ ان کے متعلق آتا ہے۔ کہ وہ اپنے بیٹوں کو لے کر الگ ہو گئیں۔ اور اپنے بیٹوں سے کہا میرے بیٹو تم نے میری زندگی دیکھی ہے۔ میں نے تمہارے لئے

ساری جوانی برباد

کردی۔ اور دوسری شادی نہیں کی تم نے بھی سن لیا ہوگا۔ کہ تمہارے باپ کا سلوک میرے ساتھ کیسا تھا۔ اس نے اپنی جائداد اور میری جائداد بھی شراب اور جوئے میں تباہ کر دی۔ باوجود ایسے ذلیل سلوک کے میں نے اس کی عزت کو قائم رکھا۔ اور اپنی ساری جوانی لٹا کر تم کو پالا۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ بیٹوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ حضرت خنساء نے کہا۔ میں نے تمہاری کتنی خدمات کیں اور کس طرح مصیبتیں اٹھا کر تمہیں پالا۔ ان خدمات کے عوض میں تم سے ایک مطالبہ کرتی ہوں۔ کہ آج اسلام پر بہت نازک وقت آیا ہے تم لڑائی میں جا رہے ہو۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں۔ کہ یا تو تم فاتح ہو کر لوٹو۔ اور یا پھر وہیں شہید ہو جاؤ۔ میں تم کو زندہ نہ دیکھوں۔ اگر

مسلمانوں کو شکست

ہو۔ اور تم زندہ رہے۔ تو میں قیامت کے دن تمہیں اپنی یہ قربانی نہ بخشونگی لڑکوں نے اپنی ماں سے وعدہ کیا کہ لوٹیں گے تو فاتح ہو کر لوٹیں گے۔ نہیں تو میدان جنگ میں ہماری لاشیں دیکھ لینا۔ اور پھر انہوں نے اس وعدہ کو پورا بھی کیا۔ سب سے بڑا ہاتھی جو کہ ہاتھیوں کے آگے بڑھ کر حملہ کرتا تھا۔ اس پر حملہ کرنے کے لئے ایک عرب سردار نے ان لڑکوں سے کہا کہ تم میرے ساتھ مل کر اس ہاتھی پر حملہ کردو۔ اس زمانہ میں بندوق اور توپ تو تھی نہیں۔ تلوار سے ہی لڑائی ہوتی۔ اور تلوار سے لڑنے والے کو دوسرے کے بالمقابل جانا پڑتا ہے۔ اس سردار نے کہا میں ہاتھی پر سامنے کی طرف سے حملہ کرونگا۔ اور تم دائیں بائیں پہلوؤں پر رہنا۔ میں ہاتھی پر حملہ کرونگا۔ تو وہ مجھے اپنی سونڈ میں لے کر اٹھا کر ماریگا۔ تو تم اس اثنا میں اسپر دائیں اور بائیں سے حملہ کر دینا وہ مجھے چھوڑ دے گا۔ اور دوسری طرف متوجہ ہوگا۔ اس طرح ایک وقت میں ہم تین طرف سے اس پر حملہ کرینگے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ہمارا حملہ کی وجہ سے ہاتھی بھاگ جائے یا زخمی ہو جائے ہاتھی کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ حملہ کے وقت آدمی کو سونڈ سے اٹھا کر زمین پر مارتا ہے۔ اور گھٹنوں کے نیچے لے کر اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور ہاتھی کا بوجھ سینکڑوں من ہوتا ہے انسان اس کو برداشت نہیں کر سکتا اور مر جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح کیا۔ ہاتھی نے سونڈ بڑھا کر حملہ آور کو پیٹھ پر سے پکڑ لیا۔ اور زور سے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ قریب تھا کہ وہ اس پر اپنے گھٹنے رکھ دیتا۔ کہ دوسرے ساتھیوں نے دائیں بائیں سے ہاتھی پر بے تحاشا تلواروں کے حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اس پر اس نے سامنے کے آدمی کو چھوڑ کر دائیں بائیں والے آدمیوں میں سے ایک کو پکڑ لیا۔ اور اسے بھی زور سے زمین پر دے مارا۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ اس کو گھٹنے تلے کچل دیتا دوسرے ساتھیوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا اسی طرح حملہ ہوتا چلا گیا۔ کبھی ہاتھی ایک کو اٹھا کر گراتا کبھی دوسرے کو مگر وہ لوگ نڈر ہو کر حملہ کرتے چلے گئے اور ہاتھی بری طرح زخمی ہو کر پیچھے کو بھاگا جب سب سے بڑا ہاتھی بھاگا۔ تو باقی ہاتھی بھی اس کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے اور وہی ہاتھی جو کہ فوج کے بچاؤ کا موجب تھے

فوج کی تباہی

کا موجب ہوئے کیونکہ وہ اپنی ہی پیادہ فوجوں کو پاؤں تلے روندتے چلے جاتے تھے۔ انکی یہ قربانی بظاہر چھوٹی نظر آتی ہے مگر اس میں جتنے جگر کی نظر آتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ حضرت خنساء کے متعلق لکھا ہے کہ ادھر تو انہوں نے اپنے بیٹے مرنے کے لئے میدان جنگ میں بھیجدئے ادھر ماں کی مامتا جوش میں آئی اور وہیں جنگل میں اللہ تعالےٰ کے حضور سجدے میں گر گئیں اور اپنے بیٹوں کیلئے دعا مانگنے لگیں کہ الٰہی تو جانتا ہے میں نے اپنی جوانی کس طرح برباد کی میری ساری عمر کی کمائی یہی بچے ہیں۔ میں نے آج ان کو اسلام کے لئے قربان ہونے کیلئے بھیجدیا ہے۔ انکا فرض یہی تھا اور میرا فرض بھی یہی تھا۔ لیکن تجھ کو طاقت ہے کہ تو اسلام کو بھی فتح دے اور میرے بچے بھی زندہ واپس آجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی اور انکے بچے بھی زندہ واپس آگئے۔ میں اس واقعہ کو بتا کر آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نازک وقتوں میں انتہائی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر چیز کا ایک درجہ ہوتا ہے اور ہر ایک درجہ کے لئے علیحدہ علیحدہ چیز مقرر ہوتی ہے۔ اگر ایک دیئے کو آگ لگ جائے۔ تو اسے پانی کے ایک لوٹے سے بجھا لیتے ہیں۔ اور اگر کسی چٹائی یا دری کو آگ لگ جائے۔ تو

تو اس کے بجھانے کے لئے زیادہ پانی اور زیادہ کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کسی کمرے کو آگ لگ جائے۔ تو اس کے بجھانے کے لئے اور بھی زیادہ قربانی اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کسی گھر کو آگ لگ جائے۔ تو اس کے بجھانے کے لئے اس سے بھی زیادہ قربانی اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کسی محلے کو آگ لگ جائے۔ تو اس کے بجھانے کے لئے اس سے بھی زیادہ قربانی اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کسی شہر کو آگ لگ جائے۔ تو اس کے بجھانے کے لئے اس سے بھی زیادہ قربانی اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی ملکوں میں بھی آگ لگ جاتی ہے۔ اس وقت اس آگ کو بجھانے کے لئے بہت زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور

موجودہ وقت

ایسا ہی ہے۔ میں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں جماعت کو اس کے فرائض کی طرف توجہ دلائی تھی۔ خطبہ سے دوسرے دن ہی میری سالی عزیزہ اپنے بھتیجے

صباح الدین

کو لیکر میرے پاس آئیں۔ اس کی عمر نو دس سال کی ہے۔ اور مجھے بتایا۔ کہ یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے خطبہ سنا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ سو فی صدی قربانی کرو۔ میرے پاس جو کچھ ہے۔ میں سو فی صدی قربانی کروں گا۔ اس پر میں نے کہا کہ نہیں حضرت صاحب نے ایک فی صدی قربانی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس لئے تم ایک فی صدی دو۔ اس نے جواب دیا کہ

میرے کانوں نے تو یہی سنا ہے

کہ سو فی صدی قربانی کرو۔ اس لئے میں سو فی صدی ہی دوں گا۔ عقلمند والدین اپنے بچوں کو جمع کرنے کی عادت ڈالتے ہیں۔ اور مٹی کی ایک چھوٹی سی ہنڈیا جس کا منہ بند ہوتا ہے۔ لاکر دے دیتے ہیں۔ اس میں ایسا سوراخ ہوتا ہے کہ اس میں روپیہ پیسہ ڈالا تو جاسکتا ہے۔ لیکن نکالا نہیں جاسکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کو توڑا جائے۔ بچے اس میں پیسے روپے جمع کرتے رہتے ہیں۔ اس کے والدین نے بھی اسے پیسے جمع کرنے کی عادت ڈالی تھی۔ اور ویسا ہی مٹی کا برتن لاکر دیا ہوا تھا۔ میں نے یہ بات سنکر اس بچے سے کہا۔ کہ بہت اچھا پھر تم وہ برتن یہاں لے آؤ۔ وہ گیا۔ اور مٹی کا برتن لے آیا۔ جس میں اس نے پیسے جمع کئے ہوئے تھے۔ وہ برتن اس نے دیوار کے ساتھ مار کر توڑا اور اس میں سے ½۱ پائی ۷ آنے ۲۶ روپے نکلے۔ وہ روپے میں نے دفتر والوں کو دے دیئے۔ اور ساتھ ہی یہ ہدایت کی۔ کہ اس جذبہ میں بڑوں اور چھوٹوں مردوں اور عورتوں سب کے لئے "

ایک سبق ہے

اس سبق کو نمایاں رنگ میں جماعت کے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن الفضل میں اسے نہایت بھونڈے طریق پر شائع کیا گیا ہے۔ اور یہ لکھا گیا ہے کہ صباح الدین نے ۶ پائی ۱۲-۲۶ روپے چندہ دیا ہے۔ حالانکہ اگر خبر یہ تھی۔ تو اس کے شائع کرنے میں کون فائدہ تھا۔ میری بیوی نے دفتر پرائیویٹ سکرٹری کو میری ہدایت کے ماتحت میری موجودگی میں فون پر سب کچھ سمجھا دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے الفضل کو ایک ناقص رپورٹ بھجوادی اور الفضل والوں کو بھی یہ خیال نہ آیا۔ کہ آیا اس خبر میں حکمت کیا ہے۔ کہ اسے شائع کیا جائے۔ چندے تو سارے لوگ دیتے ہیں۔ اس کے شائع کرانے کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ اس میں

ایک نکتہ

تھا۔ اور جماعت کے لئے

ایک سبق

تھا۔ اس میں سبق تھا بچوں کے لئے اس میں سبق تھا بڑوں کے لئے اس میں سبق تھا مردوں کے لئے۔ اس میں سبق تھا عورتوں کے لئے۔ ایک چھوٹا بچہ اپنی پھوپھی سے کہتا ہے کہ آپ کے کانوں نے ایک فی صدی سنا ہوگا۔ آپ بے شک ایک فی صدی دیں۔ لیکن میرے کانوں نے چونکہ سو فی صدی سنا ہے۔ چاہے یہ غلط ہے یا صحیح میں سو فی صدی ہی دوں گا۔ یہ جذبۂ اطاعت ہے جو ہر مومن کے اندر پیدا ہونا چاہیئے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

کے متعلق احادیث میں آتا ہے۔ کہ آپ گلی میں آرہے تھے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے کناروں پر کھڑے ہونے والوں کو کہا۔ دوست بیٹھ جائیں۔ پتہ نہیں کہ وہ لوگ بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ کیونکہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو مستثنا سمجھتے ہیں۔ کہ یہ حکم ہمارے لئے نہیں۔ بلکہ دوسروں کے لئے ہے۔ حالانکہ وہ حکم سب کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو گلی میں آرہے تھے۔ آپ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سنی۔ تو آپ گلی میں ہی بیٹھ گئے۔ اور بیٹھے بیٹھے چلنا شروع کیا۔ کسی نے کہا۔ آپ یہ کیا بچوں والی حرکت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا ہوں۔ اس گزرنے والے شخص نے کہا۔ کہ آپؐ کا وہ حکم تو ان لوگوں کے متعلق ہے جو مسجد میں ہیں۔ نہ ان کے متعلق جو کہ گلی میں چل رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کیا پیارا جواب دیا کہ بے شک آپ نے مسجد والوں کو ہی کہا ہوگا۔ لیکن میرے کانوں نے جب آپؐ کی آواز سنی ہے۔ تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ کہ میں آپؐ کا ایک حکم سنوں۔ اور اس پر عمل نہ کروں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بہت پرانے صحابی تھے۔ اور وہ ایک لمبے عرصہ تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں رہے۔ قرآن کریم کے حافظوں میں سے تھے۔ اور ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ اس کے باوجود ہم ان کی اس اطاعت اور فرمانبرداری کی روح کو دنیا کے سامنے بطور مثال کے پیش کرتے ہیں۔ کہ ایمانداروں کی فرمانبرداری اس طرح ہوتی ہے۔ کہ وہ اس بات کی انتہائی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی حکم ایسا نہ رہے۔ جسکو ہمارے کان سنیں اور ہم اس پر عمل نہ کرسکیں۔ لیکن یہ

ایک بچے کا واقعہ

ہے اور ایسے بچے کا جسکی عمر نو دس سال ہے۔ لیکن جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا تھا۔ اسی طرح کا جواب اس کا ہے۔ کہ ایک فی صدی نہیں سو فی صدی دوں گا۔ کیونکہ میرے کانوں نے یہ سنا ہے۔ کتنا بڑا سبق ہے اس میں عقلمندوں کے لئے۔ اگر ایک بچہ اس قسم کا

پختہ ایمان

پیش کرسکتا ہے۔ تو وہ جو کہ مستقل اور پختہ ایمان والے ہیں۔ اور جو کہ مستقل ایمان میں سے گزر رہے ہیں۔ ان کے اندر اس سے کہیں بڑھ کر قربانی کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ یہ جذبہ کب تک اس کے اندر موجزن رہیگا۔ کیونکہ بچوں پر مختلف دور آتے رہتے ہیں۔ لیکن اس وقت اس نے جو جذبہ پیش کیا ہے۔ وہ قابل رشک ہے بعض باتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں سبق بہت بڑا ہوتا ہے۔ اور وہ روح جو اس کام کے اندر ہوتی ہے۔ وہ قابل تعریف ہوتی ہے۔ میں نے بھی اسی نقطہ نگاہ سے اس واقعہ کو لیا ہے۔ کہ اگر وہ یہ کہہ دیتا۔ کہ میں نے شاید غلط سنا ہوگا۔ تو وہ زیادہ قربانی سے بچ سکتا تھا۔ لیکن اس نے کہا۔ خواہ مجھے غلطی لگی ہو۔ مگر چونکہ میرے کانوں نے سو فیصدی سنا ہے۔ اس لئے میں زیادہ قربانی کی طرف جاؤنگا۔ تھوڑی کی طرف نہیں جاؤنگا۔ میں نے اس کی یہ بات سنکر کہ میرے کانوں نے چونکہ سنا ہے۔ اس لئے میں سو فی صدی ہی دونگا۔ یہ فیصلہ کیا کہ اس سے سو فی صدی ہی لے لینا چاہیئے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے اس کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی آواز آئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آواز کو جھوٹا نہیں کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا۔ اچھا لاؤ تم سے ہم سو فی صدی ہی لے لیتے ہیں۔ ہماری جماعت کے لئے یہ امتحان کوئی پہلا امتحان نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی کئی امتحان آئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ان امتحانات میں بالکل ثابت قدم رہی ہے۔ اور جتنا جتنا ہم آگے بڑھتے جائیں گے۔ ہمارے امتحانات بھی زیادہ شدت اختیار کرتے جائیں گے۔ اور کوئی وقت ایسا نہیں آسکتا۔ جبکہ ہم یہ کہہ سکیں کہ اب قربانیاں کرنے کی ضرورت نہیں رہی

بلکہ ہمیشہ قربانیاں بڑھتی چلی جائیں گی۔ اور مومن کے لئے قربانی ہی سب سے مزیدار چیز ہے۔ اور وہی اصل چیز ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

ایک شعر ہے

در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لاف تعشق زند منم

اس کے ایک معنے تو یہ کئے جاتے ہیں۔ کہ اگر تیرے کوچے میں تیرے حکم سے عاشقوں کے سر کاٹے جاتے ہوں۔ تو میں پہلا شخص ہوں گا جو کہ آواز بلند کہوں گا کہ میں بھی عاشق ہوں۔ عام طور پر یہی معنے کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور نفسیاتی معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر میں قاتل کا ذکر نہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کوچے میں عاشقوں کے سر کاٹے جاتے ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ تو سر کاٹتا ہو یا کاٹنے کا حکم دیتا ہو۔ اور جب کلام میں ایک چیز مبہم ہو تو معنوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کے جتنے معنے ہو سکتے ہوں وہ سارے لئے جا سکتے ہیں۔ پس میرے نزدیک اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے دنیوی نعمتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اور لوگ جائدادیں۔ زمینیں۔ عہدے اور لیڈریاں لے لے کر جا رہے ہیں۔ اور اس میں شک بھی کیا ہو سکتا ہے۔ کہ انسان کو جو کچھ ملتا ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملتا ہے۔ یہ غلّہ کون دیتا ہے اللہ تعالےٰ ہی دیتا ہے۔ یہ پھل جسے میوہ فروش فروخت کرتے ہیں کون دیتا ہے اللہ تعالےٰ ہی دیتا ہے۔ یہ ترکاریاں جو کہ ہم دوکانوں سے خریدتے ہیں کون دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ یہ دودھ اور مکھن دینے والے جانور کس نے پیدا کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کئے۔ یہ سواری کے جانور اونٹ گھوڑے کس نے پیدا کئے اللہ تعالےٰ نے ہی پیدا کئے۔ یہ کلیں بنانے والا لوہا کس نے پیدا کیا۔ اللہ تعالےٰ نے ہی پیدا کیا۔ یہ سونا چاندی جسے ہم کرتے ہیں بناتے ہیں کس کے دروازے سے ملتی ہے اللہ تعالےٰ کے دروازے سے ہی ملتی ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر ایک اپنے اپنے مطلب کی چیز تیرے دربار سے لئے آرہا ہے۔ زمیندار ہے تو وہ گندم۔ جوَ۔ باجرہ یعنی لئے آرہا ہے۔ کوئی لوہا لکڑی لئے آرہا ہے۔ کوئی پھل اور سبزیاں تیرے دربار سے لئے آرہا ہے۔ اور کوئی دنیوی علوم و فنون تیرے دربار سے لئے آرہا ہے مگر میں خاموش بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ دنیا

مادی انعامات

کی طالب ہے۔ اور وہ اپنے مادی انعامات لے کر واپس جا رہی ہے۔ مگر مجھے ان سے واسطہ نہیں۔ ابھی میرا موقعہ نہیں آیا جب دنیا ساری کی ساری مال و دولت اور امتعہ کو لے کر آجاتی ہے۔ اور حقیقی روحانیت کا خیال اس کے دلوں سے مٹ جاتا ہے۔ اور مادی انعامات میں منہمک ہو کر سب کچھ بھول جاتی ہے۔ اس کی نگاہ صرف ان چیزوں تک ہی محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ کسی کی گندم پر نگاہ ہوتی ہے۔ کسی کی کپڑوں پر نگاہ ہوتی ہے۔ کسی کی سونے پر نگاہ ہوتی ہے کسی کی چاندی پر نگاہ ہوتی ہے۔ کسی کی نگاہ کسی چیز کی طرف کسی کی نگاہ کسی چیز کی طرف ہوتی ہے۔ تو میری نگاہ ان ہاتھوں پر ہوتی ہے۔ جو کہ ان انعامات کو تقسیم کر رہے ہوتے ہیں۔ جب دنیا اپنے مادی انعامات سے اپنی جھولیاں بھر کر لے جاتی ہے۔ تو پھر سونا۔ چاندی پیتل اور لوہا لینے والے دلوں میں اللہ تعالےٰ کے عاشقوں کے متعلق بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اعلان کر دیتے ہیں کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کا عاشق ہونے کا دعویٰ کرے اسے قتل کیا جائے اور مکرم اللہ تعالےٰ کی طرف سے

عاشقوں کے امتحانات کا وقت

آجاتا ہے۔ کہ آیا وہ اپنے دعویٰ عشق میں کامل ہیں یا نہیں۔ ایسے وقت میں میں آواز بلند کہتا ہوں کہ میں اللہ تعالےٰ کا عاشق ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے عاشقوں سے یہ بغض اور کینہ ہر زمانہ میں رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصریوں نے اسی عشق کے دعوےٰ کی وجہ سے قتل کرنا چاہا۔ عیسےٰ علیہ السلام کو شام کے لوگوں نے اللہ تعالےٰ کا عاشق ہونے کی وجہ سے ہی صلیب پر مارنا چاہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عربوں نے آپؐ کو اللہ تعالےٰ کا عاشق ہونے کی وجہ سے ہی قتل کرنا چاہا۔ وہ اس لئے قتل کرنا چاہتے تھے کہ یہ عاشق ان کی باتوں کی تردید کرتے تھے۔ ان تمام زمانوں کے مادہ پرست لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ تعالےٰ کوئی نہیں۔ اور اس کی محبت کوئی چیز نہیں

محض ایک جنون

ہے۔ اور انھوں نے اعلان کر دیا کہ جو کبھی اللہ تعالےٰ کا نام لے اُسے قتل کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالےٰ کا نام لینے کی وجہ سے دنیا قتل کرنا چاہتی ہو ایسے موقعہ پر ؎

اوّل کسے کہ لاف تعشق زند منم

یہ وقت میرا ہوگا۔ اور ایسے وقت میں میں وہ شخص ہوں گا جو آواز بلند کہوں گا کہ میں اللہ تعالےٰ کا عاشق ہوں۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالےٰ کے عاشقوں پر ایک زمانہ وہ آتا ہے جب انہیں قتل کیا جاتا ہے۔ اور ایک زمانہ وہ آتا ہے جبکہ اللہ تعالےٰ کے

عاشقوں کی حکومت

ہوتی ہے۔ حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی ایسے زمانہ میں آئے جبکہ ہزاروں ہزار لوگ اللہ تعالےٰ کے عاشقوں کو سروں پر اٹھاتے تھے۔ اور اس وقت سچائی کی حکومت قائم تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے زمانہ میں آئے جبکہ اللہ تعالےٰ کے محبوبوں اور عاشقوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ اور لوگوں کی تلواریں ایسے لوگوں کی تلاش میں تھیں آپ فرماتے ہیں کہ میں زور سے چلاتا ہوں کہ جسے تم مارنا چاہتے ہو وہ میں ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے عاشقوں کے نزدیک محبوب ترین چیز قربانی ہی ہوتی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے نام رکھے ہیں۔ اور آپؐ سے بہت سے وعدے ترقیات کے کئے ہیں۔ مگر صوفیاءؒ نے غور و خوض کے بعد آپؐ کا سب سے بڑا نام جو نکالا ہے وہ عبد ہے۔ یعنے خدا تعالیٰ کا بندہ۔ ان کے نزدیک محمدؐ فاتح مکہ بڑا نہیں۔ محمدؐ عظیم الشان قاضی بڑا نہیں۔ محمدؐ بہترین جرنیل بڑا نہیں محمدؐ اللہ تعالےٰ کا بندہ سب سے بڑا ہے کیونکہ اس میں عشق و محبت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اور عشق و محبت کی وجہ سے قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اور جو شخص عشق و محبت کے رستہ میں

قربانی کرنے سے دریغ

کرتا ہے۔ اس سے زیادہ بے وقوف اور کوئی نہیں کہتے ہیں اُکھلی میں سر دیا تو موہلوں سے کیا ڈرنا۔ کہ اکھلی میں سر دے کر یہ کہنا کہ موہلے نہ مارو بے وقوفی کی بات ہے۔ ہر جماعت جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے قائم کی جاتی ہے وہ مار کھانے کے لئے ہی آتی ہے۔ اور اسے ہر چیز اللہ تعالےٰ کے رستے میں قربان کرنی پڑتی ہے۔ یہی چیز ہے جو ابتدائی لوگوں کو بعد والوں پر فضیلت بخشتی ہے۔ کیونکہ پہلے لوگ ایسے وقت میں عشق کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ عشق کی قربانی سر کٹوانا ہوتی ہے۔ اور دنیا اللہ تعالےٰ کے عاشقوں کے سر کاٹتی ہے۔ اور بعد والے ایسے وقت میں آتے ہیں۔ جبکہ دنیا عاشقوں کو سر پر بٹھاتی ہے منہ زبانی سچے عاشق ہوتے ہیں۔ لیکن پہلے ابتدائی قربانیوں کی وجہ سے بعد والوں پر فوقیت رکھتے ہیں حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بھی عاشق تھے اور بعد میں آنیوالے حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ بھی عاشق تھے۔ لیکن جب تم حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ کا ذکر کرتے ہو تو تمہارے قلوب میں ان کے متعلق محبت اور پیار کا ایک [illegible] ہے

ذکر سید عبدالقادر صاحب اور جنید صاحب بغدادی کے لئے وہ جوش محبت نہیں اٹھتا۔ حالانکہ یہ سارے کے سارے ہی اللہ تعالیٰ کے عاشق تھے۔ یہ فرق اس لئے ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایسے وقت میں عشق کا دعوےٰ کیا۔ جبکہ عاشقوں کے سر کاٹے جاتے تھے اور سید عبدالقادر جیلانیؒ اور جنید بغدادیؒ نے ایسے وقت میں

عشق کا دعوےٰ

کیا۔ جبکہ عاشقوں کو سر پر بٹھایا جاتا تھا۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ کا واقعہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو۔ کہ ایک دفعہ عکاظ کا میلہ لگا ہوا تھا۔ اور اس میں دور دراز کے شعراء اپنا کلام پیش کر رہے تھے۔ حضرت لبیدؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ بھی اپنا کلام سنانے کے لئے آئے تھے اور لبید عرب کے شاعروں میں سے مانے ہوئے شاعر تھے۔

حضرت لبید

نے اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور انہوں نے کہا۔ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں حضرت لبید کو اس بچے کی داد دینی بُری معلوم ہوئی انہوں نے کہا اے رؤساء مکہ اب تم میں شرافت باقی نہیں رہی۔ یہ کل کا بچہ میرے شعروں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیا اس کی تصدیق کے بغیر میرے شعر مانے نہیں جا سکتے۔ لوگوں نے ان کو ڈانٹا کہ خبردار بچے اب نہ بولنا۔ پھر انہوں نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔ وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مُحَالَۃَ زَائِلٌ تو حضرت عثمانؓ نے فوراً کہہ دیا۔ یہ غلط بات ہے۔ جنت کی نعمتیں تو ہمیشہ رہیں گی۔ اس پر ایک سردار کو غصہ آیا تو اس نے اٹھ کر زور سے ان کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ گھونسا آپ کی آنکھ پر لگا۔ اور انگوٹھا آنکھ کے اندر گھس گیا۔ جس سے آنکھ کا ڈھیلا باہر آگیا۔ اس پر آپ کے باپ کا ایک دوست جس نے آپ کو پہلے پناہ دی ہوئی تھی۔ وہ آپ کی یہ حالت دیکھ نہ سکا۔ لیکن کہتے ہیں۔ اکیلا چنا بھاڑ ڈھائے؟ وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ چونکہ تمام رؤساء سے اکیلا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے بجائے ان کو ناراض ہونے کے

حضرت عثمانؓ

کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ میں نے تمہیں کہا تھا۔ کہ تم میری پناہ میں رہو تم نے میری پناہ میں رہنا پسند نہ کیا اور آج اس کا نتیجہ دیکھ لیا۔ کہ تمہاری آنکھ نکل گئی۔ وہ کافر تھا۔ اسے اس چاشنی کا کیا علم تھا۔ جو حق کے اندر ہوتی ہے۔ وہ حضرت عثمانؓ کی اس مصیبت کو دیکھ کر بے تاب ہو رہا تھا حضرت عثمانؓ نے کہا آپ کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں میری ایک آنکھ نکل گئی۔ خدا کی قسم میری تو دوسری آنکھ بھی نکلنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ یہ ہے وہ عشق کی چاشنی کہ ؎

در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند
اول کسے کہ لاف تعشق زند منم

عاشقوں پر دو ہی قسم کے زمانے آتے ہیں۔ ایک زمانہ وہ ہوتا ہے۔ جب عاشقوں کے سر کاٹے جاتے ہیں اور عشق کی سزا قتل ہوتی ہے اور پھر بعد میں وہ زمانہ آتا ہے۔ جب کہ لوگ عشق کے نام پر عاشقوں کو سروں پر اٹھاتے ہیں۔ اگر اب تم عشق کے راستے میں قربانیاں پیش کرو گے۔ تو اجر بھی پہلے لوگوں جیسا پاؤ گے

پس

ہمارا فرض ہے

کہ ہر قربانی کے مطالبہ کو انعام سمجھتے ہوئے پورا کرتے جائیں اور اسے مصیبت خیال نہ کریں۔ اور ہم میں یہ احساس نہ پیدا ہو کہ ہم سے ایک فیصدی کی بجائے ½ فیصدی کیوں نہیں لیا جاتا۔ بلکہ ہم میں احساس پیدا ہو تو یہ ہو۔ کہ ہم سے سو فیصدی کا کیوں مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ ایک فیصدی کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے اندر احساس اور بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ ہماری جماعت میں ایمان موجود ہے۔ جب کبھی

جماعت بیدار ہوتی ہے

تو وہ اعلیٰ درجے کی قربانی پیش کرتی ہے اس میں شک نہیں۔ کہ اسے زمانہ سُلا ضرور دیتا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن جب جماعت بیدار ہوتی ہے۔ تو شیروں کی طرح بیدار ہوتی ہے۔ اور اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ جماعت بیدار ہو رہی ہے اور وہ اپنے شایان شان قربانی کا نمونہ پیش کرے گی ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ جو لوگ بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ دوسروں کو بھی بیدار کریں تاکہ جماعت بہ حیثیت جماعت اس قربانی میں اعلیٰ نمونہ پیش کرے۔ یہ مت خیال کرو کہ پہلے امتحانات میں سے پاس ہونا ہی تمہارے لئے کافی ہے۔ بلکہ ہر امتحان جو نئے سال میں آتا ہے۔ اس کا پاس کرنا ضروری ہوتا ہے اگر تم نے پہلی دوسری تیسری اور چوتھی کا امتحان پاس کر لیا ہے تو پانچویں میں بھی پاس ہونا ضروری ہے۔ اس طرح اگر تم نے پانچویں۔ چھٹی اور ساتویں کا امتحان پاس کر لیا ہے تو آٹھویں میں بھی پاس ہونا ضروری ہے۔ اس طرح اگر تم نے نویں جماعت کا امتحان پاس کر لیا ہے تو دسویں جماعت میں بھی پاس ہونا ضروری ہے یا اگر تم نے دسویں۔ گیارھویں اور بارھویں اور تیرھویں کا امتحان پاس کر لیا ہے تو چودھویں سال بھی کامیابی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے سوا تم بی۔ اے کی ڈگری حاصل نہیں کر سکتے اور اگر تم بی۔ اے میں فیل ہو گئے تو پچھلی ساری عزت اور محنت برباد ہو جائیگی۔ پس ہر امتحان میں کامیاب ہونے کی کوشش کرو۔ لیکن میں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ

بعض بڑی بڑی جماعتیں

ابھی تک بیدار نہیں ہوئیں۔ سیالکوٹ کی جماعت سے ایک کوتاہی ہوئی تو ناظر بیت المال نے اس پر گرفت کی۔ تو بجائے بیدار ہونے کے انہوں نے غلط رویہ اختیار کیا۔ یہ کوتاہی ان سے سہواً ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ سیالکوٹ کی جماعت بہت مخلص جماعت ہے۔ اور اس کے متعلق بعض میری خوابیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ

سیالکوٹ کی جماعت

اسلام کی خدمت میں ایک دفعہ پھر نمایاں حصہ لیگی انہوں نے مجھے سندھ میں اسبارہ میں ایک خط لکھا کہ معاملہ اس اس طرح ہے جس سے بجائے انکی بریت ثابت ہونے کے وہ ملزم ہی ثابت ہوتے تھے۔ لیکن اب جو انکی طرف سے رپورٹ آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوتاہی کا کفارہ کر دیا ہے اسی طرح بعض اور جماعتوں کی جو رپورٹیں آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعتیں بیداری سے کام کر رہی ہیں

قادیان میں عورتیں

خصوصاً بہت اچھا کام کر رہی ہیں مرد بھی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن مردوں کی طرف سے مجھے ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ لیکن چونکہ میری بیوی لجنہ اماء اللہ کی سکرٹری ہیں۔ اسلئے ان کو میرے کان میں بات ڈالنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ لیکن اسکے مقابلہ میں بعض بڑی جماعتوں کا کام غیر تسلی بخش ہے۔ مثلاً لاہور کی جماعت کی ہی جو رپورٹ پہنچی ہے۔ اس میں لاہور کی جماعت کی جائدادوں کا سواں حصہ بھی درج نہیں۔ اسی طرح آمد کی جو رپورٹ ہے وہ دسویں حصہ کی بھی نہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں لاہور کی جماعت اپنی قربانی کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کریگی۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ رپورٹ نامکمل ہوگی۔ لاہور کی جماعت کے

امیر شیخ بشیر احمد صاحب

ہیں۔ اور اس شوریٰ کے موقع پر اگر کسی نے حفاظت مرکز کے سوال پر جماعت کی صحیح نمائندگی کی تھی تو وہ شیخ صاحب ہی تھے اسلئے مجھے یقین ہے کہ لاہور کی جماعت قربانی کا صحیح نمونہ پیش کرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تو بہت ہی سستی قربانی ہے آئندہ بہت بڑی قربانیاں آنیوالی ہیں تم ان کے لئے

تیاری کرو

ہماری لاکھوں کی جماعت ہے اگر جماعت اپنے فرض کو سمجھے تو چندے کی رقم کروڑوں سے نیچے نہیں ہو سکتی خواہ تم اس رقم کو کتنا ہی چھوٹا کرو۔ پھر بھی کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ پس میں پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔

آپ کو سچے عاشق کی حیثیت سکتے ہو۔ جب کہ سچے عاشقوں اں کر کے دکھاؤ۔ عاشق بھی دو قسم ہیں۔ ایک اندھے عاشق ۔ اور ایک سجاکھے عاشق ہوتے سجاکھے عاشق ہوتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ

عاشق اور بینا عاشق

ہوتے۔ در حقیقت کافر بھی تو ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اندھے تے ہیں۔ ابوجہل کو کیا مصیبت کہ اپنے وطن سے دور کر حملہ کرتا۔ وہ لات وعزیٰ ہی تھا۔ جو اسے اپنے وطن سے ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و م کا بھی عشق تھا جو آپ کو مکہ لے گیا۔ لیکن آپ کا عشق تھا۔ اور مکہ کے لوگوں کا اپنے سے اندھا عشق تھا۔ ورنہ مسلمانوں جائداد وں پر تو قبضہ نہیں کفار ان کے جانی دشمن بن ت ومنات اور عزیٰ کا عشق جو ان کو دشمن پر برانگیختہ پس دونوں طرف ہی عشق تھا طرف اندھا عشق تھا۔ اور بینا عشق تھا۔ دنیا دار سجاکھے اپنا نام دنیا میں چھوڑ جاتے ور دنیا دیر تک ان کو یاد ہے گو ان درجات کی نفی ی جاتی ہے۔

شیریں اور فرہاد

واقعہ مشہور ہے۔ اور صدیوں چلا آتا ہے۔ فرہاد کے علاوہ وں ہزار عاشق دنیا میں گذرے ان کو کوئی یاد نہیں کرتا۔ یاں میں ہی ایک چوہڑا عاشق تھا۔ اور گلیوں میں چلتے چلتے تھا۔ کہ میرا محبوب مجھے ملا دے کون اسے یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے اس کے عشق بیان کی ہیں۔ لیکن فرہاد بینا تھا۔ اور وہ عشق کی ذمہ داریوں تھا۔ جب اس کے سامنے یہ

شرط پیش کی گئی۔ کہ شیریں تمہیں تب مل سکتی ہے۔ جب تم پہاڑ کی دوسری جانب جو دریا بہتا ہے۔ اس میں سے نہر کاٹ کر لے آؤ۔ تو وہ تیشہ لیکر اکیلا ہی لگا رہا۔ اور نہر کاٹ کر لے آیا۔ اس نے ثابت کر دیا۔ کہ عاشق نکما اور سست نہیں ہوتا۔ اور قربانی کرنے سے وہ جی نہیں چراتا۔ اس کا عشق مادی عشق تھا مگر باوجود مادی عشق ہونے کے اس کی یاد آج تک لوگوں کے دلوں میں موجود ہے۔ کیونکہ وہ بینا عاشق تھا۔ یہی حال مومن کا ہوتا ہے۔ اس کا عشق آنکھیں کھلے ہوئے اور جانتے بوجھتے ہوئے ہوتا ہے اور وہ یہ جانتے ہوئے عشق کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہ عاشق مارے جانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور عاشق اس کوشش میں رہتا ہے۔ کہ محبوب کوئی چیز مانگے تو میں حاضر کر دوں۔ دنیا کے لوگوں کو یہ شکوہ ہوتا ہے۔ کہ اتنا کیوں مانگا گیا۔ اور اس کو شکوہ یہ ہوتا ہے۔ کہ سارا کیوں نہیں مانگا گیا۔ پس

جماعت کو چاہیئے

کہ عشق کے معیار کو حقیقی طور پر بلند کرے حقیقی عاشق عامل ہوتا ہے۔ وہ بیہودہ باتیں نہیں کرتا۔ بلکہ جو بات کرتا ہے صاحب قول کر کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔

حب الوطن من الایمان

وطن کی محبت ایمان میں سے ہے۔ اور مومن کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہے۔ آج کل دیکھو کتنی جگہ فسادات ہو رہے ہیں۔ اور لوگوں کی بے وقوفی بھی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ کہ مار امرتسر کے سکھوں نے اور بدلہ ملتان کے سکھوں سے لیا۔ یا مار ملتان کے مسلمانوں نے اور بدلہ گوڑگانواں کے مسلمانوں سے لیا۔ یہ کوئی عقل کی بات ہے۔ ان حالات میں جماعت کا فرض ہے۔ کہ ایک طرف تو دعائیں کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ان فسادات سے نجات دے۔ اور دوسری طرف مظلوم کی مدد میں لگ جائے ہم مسلمانوں

کو بیاسی لحاظ سے مظلوم سمجھتے ہیں۔ اور ان کے مطالبات کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم اس بات کو جائز نہیں سمجھتے۔ کہ مسلمان ہندوؤں پر یا ہندو مسلمانوں پر ظلم کریں۔ اس لئے تمہیں ہر جگہ

مظلوم کی مدد

کرنی چاہیئے۔ خواہ سکھ مظلوم ہو۔ خواہ مسلمان مظلوم ہو۔ خواہ ہندو مظلوم ہو۔ ان حالات کا بدلنا قربانی چاہتا ہے۔ اور دنیا میں سب سے پاکیزہ قربانی تمہاری ہے۔ اگر تم قربانی کر کے ان فسادات کے روکنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ تو تمہارا آئندہ قدم زمین پر نہیں۔ بلکہ آسمان پر ہوگا۔

اپنے وعدے ۳۱ مئی تک سو فیصدی پورے کریں

تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج کا ہر مجاہد کوشش کرے۔ کہ اس کا دفتر اول کے تیرھویں اور دفتر دوم کے تیسرے سال کا وعدہ ۳۱ مئی تک سو فی صدی مرکز میں داخل ہو جائے۔ (وکیل المال تحریک جدید)

درخواست دُعا

مکرم مولانا مولوی عبد اللہ صاحب مالابادی مبلغ کے متعلق اطلاع آئی ہے۔ کہ وہ ہسپتال میں داخل ہو رہے ہیں۔ جہاں آپ کا اپریشن ہوگا۔ بزرگان سلسلہ اور دوسرے احباب کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ مولوی صاحب موصوف کی صحت عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

ضروری خبریں

صوبہ سرحد میں وائسرائے کی مصروفیات

پشاور ۲۹ اپریل آج لنڈی کوتل میں قبائل ملکوں کی طرف سے وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ جس میں پاکستان کے مطالبہ کی تائید کی گئی تھی۔ اور اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ دستور ساز اسمبلی کی طرف سے قبائلی علاقوں کے انتظام کے سلسلے میں جو کمیٹی مقرر کی گئی ہے جب تک وہ مسلم لیگ کا تعاون حاصل کر کے پورے طور پر ملک کی نمائندہ نہیں بن جاتی اس وقت تک ہم اس کمیٹی کے ساتھ گفت و شنید کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وائسرائے نے ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ میں آپ لوگوں کی پوزیشن کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ آپ کا جرگہ اپنی دور اندیشی اور عقل و فہم کے باعث بہت نیک نام رہا ہے۔ گذشتہ سو برسوں میں آپ نے برطانوی نمائندوں کے ساتھ جو معاہدات کئے آپ ان پر اچھی طرح قائم رہے ہیں۔ آپ نے مستقبل کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ جون ۱۹۴۸ء میں برطانیہ ہندوستان سے دست بردار ہو رہا ہے۔ اس وقت درہ خیبر کی جو پوزیشن ہوگی اسے آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ جس طرح آپ ماضی میں حکومت کے ساتھ سمجھوتے کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح مستقبل میں ہندوستان میں جو نئی حکومت آنیوالی ہے اس کے ساتھ بھی از سرِ نو سمجھوتہ کریں۔ ایک مناسب سمجھوتہ آپ کے لئے بھی اور حکومت ہند کے لئے بہت بہتری کا موجب ہوگا۔ آپ نے ہندوستان کے اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں جانتا ہوں یہ اختلافات آپ پر بھی اثر انداز ہو رہے ہیں ہندوستان کی دو بڑی فرقوں کے درمیان مناسب رنگ میں مصالحت کرانے کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ انہی کوششوں کی یہ ایک کڑی ہے کہ مسٹر محمد علی جناح اور گاندھی جی نے مشترکہ طور پر قیام امن کے متعلق اہلِ ملک سے اپیل کی ہے۔

وائسرائے آج تیسرے پہر پشاور سے راولپنڈی پہنچے۔ جہاں سے آپ گورنر پنجاب اور دیگر سول و فوجی افسروں کے ہمراہ کھوٹہ روانہ ہو گئے۔ جہاں گذشتہ فساد میں سب سے زیادہ نقصان ہوا تھا۔ وہاں آپ نے مختلف اشخاص سے ملاقات کرنے کے علاوہ جلے ہوئے بازاروں کا بھی معائنہ کیا۔

ایک پریس نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ کل سرحد کے مسلم لیگی لیڈروں نے وائسرائے ہند سے پھر ملاقات کی۔ اور ان سے مطالبہ کیا کہ ہم سب کو ایک ہی جیل میں رکھا جائے۔ تاکہ ہم باہمی مشورہ کر سکیں نیز انہوں نے کہا۔ ہم میں سے بعض کو دہلی جا کر مسٹر جناح سے مشورہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے نے ان کا یہ مطالبہ منظور کر لیا ہے۔ اور اس سلسلے میں مناسب انتظام کرنے کے لئے گورنر سرحد کو ہدایات دیدی ہیں۔ امید ہے کہ سرحد کے بعض لیڈروں کو بہت جلد دہلی پہنچانے کا انتظام کیا جائے گا۔ کل پشاور جیل میں لیگ کے لیڈروں نے باہمی مشورہ کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ لیڈروں نے کافی غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ سرحد میں مسلم لیگ کی موجودہ ایجی ٹیشن کو بند نہ کیا جائے۔ کیونکہ گورنمنٹ کی تازہ کارروائی سے ان کے مطالبات پورے نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں آخری اور قطعی فیصلہ دہلی میں مسٹر جناح سے ملاقات کرنے کے بعد کیا جائے گا۔

گاندھی جی کی دہلی کو روانگی

پٹنہ ۲۹ اپریل۔ آج گاندھی جی پٹنہ سے دہلی روانہ ہو گئے ہیں۔ آج آپ نے بہار کے وزیر اعظم اور دیگر وزراء سے ملاقات کی

سیٹھ یوسف عبداللہ ہارون کا بیان

کراچی ۲۹ اپریل سندھ پراونشل مسلم لیگ کے صدر سیٹھ یوسف عبداللہ ہارون نے ایک بیان میں کہا مسٹر محمد علی جناح اور گاندھی جی نے قیام امن کے لئے جو اپیل کی ہے میں دل سے اس کی تائید کرتا ہوں۔ آپ نے کہا سندھ کے صوبہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ ایسے دور میں بھی اس میں امن قائم رہا ہے جبکہ ملک کے ہر علاقہ میں فرقہ وارانہ فسادات رونما ہو رہے ہیں

گاندھی جناح اپیل کی وسیع پیمانے پر اشاعت

کلکتہ ۲۹ اپریل۔ کل حکومت بنگال کی طرف سے گاندھی جناح اپیل کی چالیس ہزار سے زیادہ کاپیاں شہر میں بذریعہ طیارہ پھینکی گئیں۔ سترہ ہزار کاپیاں اور چھپوانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس اپیل کی اسی ہزار کاپیاں کلکتہ کے نواحی علاقہ میں تقسیم کی جائیں گی۔

کلکتہ کے صنعتی کارخانوں کے مالکوں اور بیوپاریوں نے ایک میٹنگ میں تقسیم بنگال کی تجویز کی حمایت کی۔ اور ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا ہے کہ جلد سے جلد بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

بنگال کی مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری ابوالہاشم نے ایک بیان میں تقسیم بنگال کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے۔ بنگال کے باشندوں کو مسٹر سی۔ آر داس کے اس فارمولا پر عمل کرنا چاہئے۔ کہ صوبہ کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اقتصادی اور تمدنی ترقی کے برابر مواقع ملنے چاہئیں۔ اور صوبہ کے اجتماعی مفاد کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

لاہور ۲۹ اپریل۔ عبوری حکومت کے صحت ممبر مسٹر غضنفر علی خان نے ایک بیان میں بنگال اور پنجاب کو تقسیم کرنے کی تجویز پر رائے زنی کرتے ہوئے کہا یہ تجویز مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کے خلاف صرف غصہ کی وجہ سے پیش کی گئی ہے۔ اس تجویز پر اس کے محرکوں نے بھی کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ ورنہ انہیں علم ہو جاتا کہ اس تجویز کی راہ میں کتنی مشکلات حائل ہیں۔

لاہور ۲۹ اپریل پنجاب مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری اور آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عمل کے رکن مسٹر ممتاز محمد دولتانہ نے ایک بیان میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ پنجاب میں امن و تعاون اور باہمی اعتماد پیدا کرنے کے لئے تینوں بڑی قوموں کے نمائندوں کی گول میز کانفرنس بلائی جائے جو موجودہ صورت حال پر پوری دیانتداری سے غور و خوض کرنے کے بعد صوبہ میں خوشگوار فضا پیدا کرنے کے لئے مشترکہ مساعی جاری کر دے۔

نئی دہلی ۲۹ اپریل معلوم ہوا ہے کہ اس سال کے اواخر تک ہندوستانی ریاستوں سے اکثر ریذیڈنٹ اور پولیٹیکل ایجنٹ آہستہ آہستہ واپس بلائے جائیں گے یہ کارروائی ہندوستان سے برطانوی اخراج کے فیصلہ کے مطابق عمل میں لائی جا رہی ہے تاکہ جون ۱۹۴۸ء کے بعد ہندوستان میں جو نئے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ ان کے پیش نظر ریاستیں اپنے تئیں نئی فضا کے لئے تیار کر سکیں۔

کلکتہ ۲۹ اپریل۔ کل عارضی حکومت کے لاء ممبر جوگندر ناتھ منڈل نے گورنر بنگال سے ملاقات کی۔ اور ان سے تقسیم بنگال کے مسئلہ پر تبادلہ خیالات کیا۔ مسٹر منڈل وزیر اعظم بنگال مسٹر سہروردی سے بھی ملے۔

نئی دہلی ۲۹ اپریل۔ حکومت ہند کا ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ مختلف صوبائی حکومتوں سے مشورہ کے بعد یہ طے پایا ہے کہ نیوز پرنٹ (اخباری کاغذ) کے علاوہ دوسرے کاغذ پر اس وقت جو کنٹرول عائد ہے اسے آئندہ بھی جاری رکھا جائیگا۔ کیونکہ موجودہ حالات میں کنٹرول ہٹانا پبلک کو شدید مشکلات سے ہمکنار کر دے گا۔

رنگون ۲۹ اپریل مسٹر محمد علی جناح نے اپنے جس بیان میں برما کو پاکستان کی دوستی کا یقین دلایا تھا وہ برمی اخبارات میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ برما کی عارضی حکومت کے رکن تعلیم مسٹر عبدالرزاق نے مسٹر جناح کی اپیل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر جناح نے جو بیان دیا ہے۔ اس پر میں نہایت خوش ہوں مجھے امید ہے کہ تمام برمی عوام اس بیان کا خیر مقدم کریں گے۔ مسٹر رزاق نے مزید کہا کہ برمی مسلمان مسٹر جناح کے مشورہ پر کاربند ہوں تو یہ نہایت ہی مستحسن چیز ہوگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah